تنزیلہ اسلم
ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو
دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور
پروفیسر ڈاکٹر روبینہ رفیق
دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

محمد کاظم بطور اردو تبصرہ نگار

ABSTRACT

Muhammad Kazim as Urdu Review writer.
Tanzeela Aslam, Research Scholar, Department of Urdu, The Islamia University, Bahawalpur.
By Prof. Dr. Rubina Rafique, Department of Urdu, The Islamia University, Bahawalpur.

The history of review writings on Urdu books is not ancient.This literary branch was revealed by Sir Syed's "School of thought".The First and foremost objective in the back ground of this art was to make the readers aquainted to the new books. This art has been endowed with proper structure and frame work by M. Kazim in the recent era. Muhammad Kazim's unique way of review writing has taken this kind of literature to the status of an "art".

سید محمد کاظم سابق ریاست بہاول پور کے ایک سیّد گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔آپ کے آباؤ اجدا د اافغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان اور پھر بعد میں ملتان، بہاول پور اور احمد پور شرقیہ میں آباد ہو گئے۔محمد کاظم کے دادا دین محمد شاہ کے ہاں تین بیٹوں کی ولادت ہوئی سیّد احمد شاہ، سیّد محمد شاہ، اور سیّد محمود شاہ۔اور سیّد محمود شاہ کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے محمد ہاشم شاہ اور محمد کاظم شاہ۔

معاشرتی اعتبار سے یہ خاندان قابلِ احترام تھا کیونکہ اس خاندان کے بزرگ امامت کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔محمد کاظم کے دادا ریاست بہاول پور کی فوج کی امامت کرواتے تھے۔معاشی لحاظ سے یہ خاندان زیادہ خوش حال نہیں تھا۔لیکن انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ان کے خاندان کے کئی لوگ اعلیٰ عہدوں تک پہنچے۔محمد کاظم کے والد محمود شاہ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔انھیں اپنے والد کی طرح مذہب کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی خصوصی شغف تھا۔

محمد کاظم کے بقول انھوں نے اپنے والد کو علامہ شبلی نعمانی کی ''سیرت النبی ﷺ'' اور حفیظ جالندھری کی ''شاہنامہ اسلام'' کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا۔(۱)

محمد کاظم کے والد اور والدہ شادی کے بعد احمد پور شرقیہ منتقل ہو گئے۔ آپ کے دادا نے تمام ملازمت ڈیرہ نواب صاحب میں کی تھی۔ محمد کاظم ۱۴ اگست ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ محمد کاظم شاہ نے اپنی تعلیم کا آغاز احمد پور شرقیہ سے کیا لیکن کاظم شاہ کی عمر صرف (۷) سال تھی۔ جب ان کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے نانا سیّد ذوالفقار شاہ گرداور تھے۔ آپ کی کفالت کا ذمہ آپ کے ماموں نے لے لیا۔ والدہ نے دونوں بیٹوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ محمد کاظم کی عمر ۲۳ برس تھی جب والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔(۲)

محمد کاظم کا بچپن احمد پور شرقیہ میں گزرا۔ بچپن میں محمد کاظم کھیل کود کے شوقین تھے اور پڑھائی میں بہت سنجیدہ تھے۔ چار سال کی عمر میں انھیں ناظرہ قرآن کے لیے ''شاہ صاحب'' کے پاس بٹھا دیا گیا۔ انھوں نے اڑھائی سال میں ناظرہ قرآن ختم کر لیا اور ساتھ سکول کی ابتدائی جماعتوں کا کورس بھی پڑھ لیا۔ یہاں پر بھی انھیں عربی زبان سے شغف پیدا ہوا۔ ان کا گھر احمد پور شرقیہ میں کمھاروں کے محلے میں واقع تھا۔ مٹی کے خاص آرائشی برتن بننے کا عمل اور کھسہ سازی کا عمل ان کے بچپن کے مشاہدات میں شامل ہے۔

غیر رسمی تعلیم کے بعد انھیں تیسری کلاس میں داخل کروا دیا گیا۔ مڈل کا امتحان بہاول پور بورڈ سے پاس کیا اور اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اور میٹرک میں بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ محمد کاظم کے پسندیدہ مضامین میں عربی اور انگریزی شامل تھے۔ ایس۔ اے ہائی سکول احمد پور شرقیہ سے میٹرک پاس کرنے کے بعد بہاول پور میں اپنے بڑے ماموں کے پاس رہائش اختیار کی۔ سائنسی مضامین میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی لیکن ماموں کے اصرار پر صادق ایجرٹن کالج سے سیکنڈ ڈویژن میں ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا۔ اسی کالج میں بی۔ ایس۔ سی میتھ میں داخلہ لیا لیکن ایک سال کے بعد ہی انجینئر نگ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے علی گڑھ چلے گئے۔

علی گڑھ میں طلبا کو گرمیوں کی چھٹیاں نہیں ہوتی تھیں صرف دو ہفتوں کے لیے ادارہ بند کر دیا جاتا تھا۔ جس سال محمد کاظم نے علی گڑھ میں داخلہ لیا اس سال (۷) طالب علم ایسے تھے جن کی عمریں (۱۷) سال سے کم تھیں تو کالج انتظامیہ نے انھیں پری انجینئر نگ کی کلاس میں رکھا اس کلاس کے صرف دو پریڈ ہوتے تھے۔ باقی وقت یہ طلبا لائبریری میں گزارتے تھے ۱۹۴۴ء سے اگست ۱۹۴۶ء تک کا ہی دور ہے جہاں محمد کاظم نے عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ جولائی ۱۹۴۵ء میں گرمیوں کی دس بارہ روز کی چھٹیوں میں انھوں نے ''عربی زبان کے دس سبق'' نام کی ایک کتاب پڑھی۔ اس کتاب نے ان کے اندر دبی ہوئی چنگاری کو ہوا دی اور انھوں نے مزید عربی کتابوں اور رسائل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اسی ادب دوستی کی وجہ سے مسعود عالم ندوی سے بھائی چارے کا تعلق قائم ہوا۔(۳)

یہیں پر جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے اور مولانا مودودی کی اردو کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ انجینئرنگ میں بھی انھوں نے اوّل پوزیشن حاصل کی ۱۹۴۷ میں اریگیشن ورکشاپ مغل پورہ لاہور میں بطور اوورسیئر ملازمت کا آغاز کیا ۔فسادات کی وجہ سے ملازمت ترک کر دی ۔۱۹۴۸ میں اپنے مضمون میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ۔اور ۱۴ مئی ۱۹۴۹ء میں بہاول پور میں سب ڈویژنل آفیسر (ایس ڈی او) کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ انھی دنوں میں اردو کے معروف ادیب محمد خالد اختر سے دوستی ہوئی جو تادمِ حیات قائم رہی ۔محمد کاظم کے چھوٹے ماموں بریگیڈیر قاسم گیلانی کی دو ہی بیٹیاں تھیں ۔ بڑی بیٹی کی شادی محمد کاظم کے بڑے بھائی محمد ہاشم شاہ سے اور چھوٹی بیٹی حفصہ تنویر سے محمد کاظم کی شادی اُن کی پسند سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں تین بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔ بیٹی چھوٹی سی عمر میں اور ایک بیٹا ساڑھے سات سال کی عمر میں وفات پا گیا۔محمد کاظم کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ جماعت اسلامی کے احباب نے اس سانحے پر کوئی دلاسہ نہیں دیا جبکہ محمد خالد اختر نے اس دور میں ان کی بہت دل جوئی کی۔محمد کاظم نے اسی دور میں جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی ۔

ملازمت کے سلسلے میں مختلف شہروں میں قیام کرتے رہے ۔ بہاول نگر میں قیام کے دوران انھوں نے عربی ترجمے پر بہت کام کیا۔ یہ دور اُن کے عربی ادب میں عروج کا دور تھا۔اسی دور میں انھوں نے مولانا مودودی کی دو کتابوں کے بہترین تراجم کیے۔جن میں ''پردہ'' اور ''فضیلت'' شامل ہیں ۔

۱۹۶۰ میں ان کو (۱۸) گریڈ ملا اور ۱۹۶۹ء میں (۱۹) گریڈ ملا۔ اسی دوران انھوں نے ایم اے عربی کا امتحان دیا جس میں فرسٹ دویژن حاصل کی۔ یونیورسٹی نے انھیں پہلی پوزیشن نہ دی اگرچہ بہت سی کتابوں کا اردو سے عربی اور عربی سے اردو میں ترجمہ کر چکے تھے ۔

۱۹۶۳ میں جب ''فنون'' رسالہ جاری ہوا تو ان کے مضامین شائع ہونے لگے ۔یہیں سے ان کے حلقہ احباب میں اضافہ ہونے لگا۔ ان کے قریبی دوستوں میں محمد خالد اختر، احمد ندیم قاسمی ۔ رشید ملک، علی عباس جلال پوری ۔ اختر حسین جعفری ، امجد اسلام امجد، عطاالحق قاسمی ۔ خالد احمد، نجیب احمد اور گلزار وفا چوہدری تھے ۔ جولائی ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۱ء تک وہ جرمنی رہے اس سفر کو ''دامن کوہ میں ایک موسم'' کے نام سے فنون میں قسط وار شائع کیا ۔ ۱۹۴۷ء میں ان کا پہلا خط اور پہلی تحریر مولانا چراغ حسن حسرت کے روز نامہ ''امروز'' میں ادارتی صفحے پر شائع ہوئی تھی ۔ جیسے ''اردو زبان کے رسم الخط کا مسئلہ'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ ۱۹۸۷ء میں واپڈا سے جنرل منیجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔[۴]

اعلیٰ پائے کے ادیب ہونے کے باوجود اپنی شخصیت کی نمائش نہیں چاہتے تھے ۔ادب کے رسیا اور کم گو شخص تھے ۔ ان کی کتابوں کو عالمی سطح پر پذیرائی ملی ۔ وہ بہت سے غیر ملکی ادیبوں کو پسند کرتے تھے ۔مغربی ادب میں آلڈس ہکسلے، برٹرینڈ رسل، ہر برٹ ریڈ ، ٹی -ایس-ایلیٹ، ہمرسٹ مام، جین آسٹن، شارلوب برونٹے، عربی ادب میں امیر خطیب

ارسلان، عبدلقادر مغربی، محمد کرد علی، مصطفیٰ صادق الافعی، طٰحسین، احمد حسن الزیات، احمد امین، محمد البشیر الابراہیمی ان کے علاوہ ژاں پال سارتر (فرانسیسی) ٹالسٹائی دوستو وسکی اور اردو ادب میں (رتن ناتھ سرشار، مولانا محمد حسین آزاد، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، مہدی افادی، ابوالکلام آزاد، جوش ملیح آباد، اور ان کے بعد منٹو، بیدی، کرشن چندر، احمد ندیم قاسمی، محمد خالد اختر، قراۃ العین حیدر، انتظار حسین، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور۔

اکرام اللہ، منشایاد اور مسعود اشعر، ان کے پسندیدہ مصنّفین ہیں۔

اس طویل فہرست سے ایک بات واضح ہوتی ہے۔ کہ وہ کثیر مطالعہ شخص تھے۔ دوسری بات یہ افسانہ، ناول، شاعری، تاریخ، تحقیق، تنقید، ہر صنف ادب پر اُن کی گہری نظر تھی اور ملکی وغیر ملکی ادب سے لگاؤ تھا۔ اس مضمون میں محمد کاظم کی شخصیت کو ایک الگ حوالے سے دیکھا جائے گا۔ محمد کاظم تبصرہ نگاری کے فن میں کیا نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے تبصرہ نگاری کے فن کی ترویج کے لیے کن اُصولوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ محمد کاظم کے طبع زاد علمی و ادبی مضامین غیر ملکی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ جیسے مراکش کے رسالے ''دعوۃ الحق''، الجزائر کے ادبی ہفت روزہ ''البصائر'' اور ان کے خطوط مصر کے ادبی مجلّہ ''الرسالۃ'' اور بیروت کے ادبی ماہنامے ''الآداب'' میں شائع ہوئے۔ ''نصرت''، ''افکار''، ''صحیفہ''، ''ماہِ نو''، ''سرچشمہ'' اور ''سوغات'' (بنگلور انڈیا) میں بھی مسلسل لکھتے رہے ہیں۔ لیکن جب احمد ندیم قاسمی نے ۱۹۶۳ء میں ''فنون'' کا اجرا کیا تو باقاعدہ ۲۰۰۶ء تک اس رسالے کے توسط سے اردو ادب کے قارئین کو عربی ادب اور عربی ادبا سے متعارف کراتے رہے۔

اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلے محمد کاظم کی تصانیف پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

۱۔ عربی ادب میں مطالعے (مضامین، الف لیلہ، امراوالقیس، ابونواس، محمود درویش)، نقش اول کتاب گھر، ۱۹۷۶ء

۲۔ مغربی جرمنی میں ایک برس، (سفر نامہ)، سنگ میل، لاہور، ۱۹۸۸ء

۳۔ مسلم فکر فلسفہ عہد بعہد (مسلمانوں کی تاریخ کا ایک جائزہ)، مشعل، لاہور، ۲۰۰۲ء

۴۔ اخوان الصفاء اور دوسرے مضامین (ابوالعلاء معری، قصیدہ بردہ، اخوان الصفا، خلیل جبران، محمود درویش وغیرہ سنگ میل، لاہور

۵۔ عربی ادب کی تاریخ (دورِ جاہلیت سے موجودہ دور تک)، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۰۴ء

۶۔ عربی سیکھیے (پچیس اسباق میں)، اوسط تعلیم یافتہ لوگوں کو عربی زبان سکھانے کے لیے ایک سہل اور سائنٹفک کورس، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۰۶ء

۷۔ کچھ یادیں کچھ باتیں، ('فنون' میں شائع ہونے والے پندرہ مضامین کا مجموعہ)، سنگ میل، لاہور، ۲۰۱۰ء

۸۔ ابن خلدون: حیات وآثار (مقدمہ اور تاریخ ابن خلدون سے اقتباسات) القا پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء

محمد کاظم نے کچھ انگریزی سے اردو میں تراجم کیے ہیں:

۱۔ جنید بغدار: سوانح، نظریات، رسائل، ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر (الازہر یونیورسٹی، مصر)، یہ ترجمہ گبز میموریل (لندن) کے شائع کردہ انگریزی ترجمے سے کیا گیا ہے۔ (مکتبہ جدید لاہور، ۱۹۶۷ء)

۲۔ اسلام اور جدیدیت، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، (شکاگو یونیورسٹی، امریکا)، مشعل، لاہور، ۱۹۹۸ء

۳۔ قرآن کے بنیادی موضوعات، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، (شکاگو یونیورسٹی، امریکا)، مشعل، لاہور، ۲۰۰۱ء

۴۔ اسلام، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، (شکاگو یونیوسٹی، امریکا)، مشعل، لاہور، ۲۰۰۶ء

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتابوں اور رسائل کے تراجم

۱۔ نظریہ الاسلام الخلقیہ (اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر)

۲۔ المصطلحات الاربعۃ فی القرآن (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں)

۳۔ موجز تاریخ تجدید الدین واحیاء (تجدید و احیائے دین)

۴۔ الحجاب (پردہ)

۵۔ حقوق اھل الذمتہ فی الاسلام (اسلام میں ذمیوں کے حقوق)

۶۔ نحن والحصارۃ الغربیہ (تنقیحات)

۷۔ تفہیم القرآن میں سے بعض سورتوں کا ابتدائی تعارف اس کے علاوہ نہج البلاغہ میں شامل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حضرات امام حسن کے نام عربی خط کا ترجمہ۔

محمد کاظم ۱۸/اپریل ۲۰۱۴ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ اورینٹل کالج لاہور کی طالبہ شازیہ جبیں نے ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر تحسین فراقی کے زیر نگران ایم اے کی سطح پر ''محمد کاظم کی ادبی خدمات'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا اور عربی زبانی کی خدمات کے سلسلے میں اُن پر عربی کے دو بڑے نقاد کے نام سے مقالہ تحریر ہو چکا ہے۔ لیکن اگر اُن کی تصانیف، تراجم اور تبصروں کو دیکھا جائے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک ایسا ادیب قارئین ادب سے اوجھل ہے جس کا اسلوب انفرادیت، معروضیت اور علمیت سے بھرپور ہے۔

محمد کاظم کے فنون میں شائع ہونے والے تبصروں کو ''کل کی بات'' کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے نیئر مسعود کی کتاب ''منتخب مضامین'' پر بھی علمیت سے بھرپور تبصرہ تحریر کیا ہے۔

مختلف تبصرہ نگاروں کے تبصروں کا مطالعہ کرتے ہوئے ہر تبصرہ نگار کا ایک الگ تصور قائم ہو جاتا ہے۔ محمد کاظم کے تبصروں کو پڑھتے ہوئے جو تصور بنتا ہے وہ ایک ایسے شخص کا تصور بنتا ہے جو بہت زیادہ علم رکھنے کے باوجود انتہائی عاجزی اختیار کیے ہوئے ہو اور مشکل اور دقیع مضامین کو آسان فہم انداز سے قاری تک منتقل بھی کرتا ہے اور معروضیت کی وجہ سے

مثبت اندازِ فکر پیدا کرتا ہے۔ اور قاری کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کا فن بھی جانتا ہے۔

محمد کاظم نے جن کتابوں پر تبصرہ تحریر کیے ہیں اُن سب کتابوں کے مطالعے کے لیے وہ قاری کو ضرور مائل کر لیتا ہے۔ پاکستان میں انور سدید نے ہزاروں کی تعداد میں تبصرے تحریر کیے ہیں۔لیکن محمد کاظم نے معیار پر خصوصی توجہ دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> میں نے انگریزی اخباروں سنڈے ٹائمز اور سنڈے آبزرور میں شائع ہونے والے مفصل تبصروں میں انسپریشن حاصل کی جو انگریزی کے بڑے صحافی نقاد میلکم مگرج (MALCOLM MUGGERIDGE) ریمینڈ مورٹیمر (RAYMOND MORTIMER) اور سائرل کانولی (CYRIL KANOLI) جیسے لوگ لکھا کرتے تھے۔(۵)

بطور طالب علم کسی ادیب کو اُس کی تحریروں سے کھوجنا مشکل ضرور ہے مگر دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب کے تمام پوشیدہ پہلو بھی عیاں ہو جاتے ہیں۔ تبصرہ نگاری کے حوالے سے محمد کاظم کی رائے ہے کہ تبصرے کا مقصد قاری کے علم میں اضافہ کرنا اور اس کی نظر میں وسعت پیدا کرنا ہوتا ہے۔

انگریزی زبان سے بھی قبل عربی زبان میں تبصرہ نگاری کی روایت موجود ہے۔لیکن اردو میں یہ صنف انگریزی زبان سے ہی وارد ہوئی ہے۔ کیوں کہ سرسید کے رفقاء نے ہی اس صنف کی متعارف کر دیا۔

بدلتے زمانوں کے ساتھ اس کے نام اور ہیت بھی بدلتی رہی ہے۔ پاکستان میں مولوی عبدالحق کے تبصروں سے یہ روایت آگے چلی لیکن آج تک تبصرہ، تجزیہ، تاثرات اور تنقید میں فرق کر کے اس صنفِ ادب کو مناسب مقام نہیں دیا گیا۔ تبصرہ نگاری ایک مفید صنف ادب ہے۔ اس صنف کے لیے اصول وضوابط طے کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ صنف عوام الناس میں کتاب کے مطالعے کے شوق کو اُبھار سکتی ہے۔

محمد کاظم نے جو تبصرے تحریر کیے اُن کی تربیت انھی خطوط پر ہوئی تھی کہ کسی بھی کتاب کا مطالعہ کیے بنا کسی کتاب پر تبصرہ تحریر نہیں کرنا اور دوسری شرط یہ تھی کہ معروضیت کا خاص خیال رکھا جائے گا۔محمد کاظم کے تقریباً (۳۱) تبصرے موجود ہیں لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ انھوں نے جن کتابوں کا تبصرے کے لیے انتخاب کیا ہے اُن میں سے زیادہ تر اُن کے وسیع المطالعہ ہونے اور اُن کی فطانت کا ثبوت ہیں۔

پہلی کتاب ''خواجہ غلام فریدؒ'' ہے جس کے مصنف مسعود حسن شہاب ہیں۔ یہ کتاب اردہ اکادمی بہاولپور نے شائع کی۔

زیر نظر کتاب کا تعلق کیوں کہ علاقائی ادب سے ہے تو محمد کاظم نے تبصرے کا آغاز علاقائی ادب کی اہمیت سے کیا

ہے اور پاکستان کے علاقائی شعرا کا ذکر کرتے ہوئے ۱۸۲۰ء تا ۱۹۰۱ء میں کوخواجہ غلام فرید کی شاعری اُن کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔اس سے ایک ایسا قاری جو اس تہذیب اور زبان کونہیں جانتا وہ بھی ضرور دل چسپی لے گا۔کتاب پر تبصرے کا انداز ایسا ہے کہ کتاب کے ہر نمایاں پہلو کو بیان کیا ہے۔

سوانح کا جائزہ لیتے ہوئے تبصرہ نگار نے لکھا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تیسری چوتھی صدی ہجری کے بغدادی مدرسہ تصوف کے کسی بزرگ کے حالات پڑھ رہے ہوں اور مجازی رنگ میں بہاولپور کی وسیع وعریض ریگستان ''روہی'' کی بھر پور منظر کشی اور واردات عشق بھی ہے۔تبصرہ نگار نے ہر دعویٰ ثبوت کے ساتھ پیش کیا ہے:

وچ روہی دے رہندیاں نازک ناز دیاں جٹیاں
گجڑے تیر چلاون کاری سے سے دلڑیاں پھٹیاں (۶)

تبصرہ نگار کو ایک صوفی کی نسبت ایک عام ہونا پسند ہے۔خواجہ صاحب کے رومان کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے اُنھیں ایک دوشیزہ سے عشق ہو گیا تھا۔خواجہ صاحب اٹھارہ برس روہی میں رہے اور اپنی محبوبہ کو حاصل کر کے چاچڑاں شریف چلے گئے۔لیکن تبصرہ نگار نے معلومات میں تشنگی کا احساس دلایا ہے کہ اُن کی زندگی کی مزید معلومات پیش کرنا چاہیے تھیں۔

محمد کاظم کی زبان کی چاشنی ملاحظہ ہو:

اسی طرح مسموعات میں ایک حسن شناس ان کی آوازوں کا دلدادہ ہوتا ہے۔جوہُر کے پیکروں میں ڈھل کر اس کے ذہن جمالیاتی گوشوں میں خوشبو کی طرح پھیلتی جاتی ہے۔(۷)

محمد کاظم تبصرے میں انگریزی الفاظ کا استعمال کم سے کم کرتے ہیں۔لیکن عربی اور فارسی الفاظ ضرور استعمال کرتے ہیں۔عقل وخرد کی تنقیص، ابنِ عربی کی تعلیمات کو کفر و زندقہ ٹھہرایا۔

محمد کاظم جسمانی صحت کے لحاظ سے کافی کمزور اور کوتاہ قد تھے۔''بروہی لوک کہانیاں'' جس کے مصنف انور رومان ہیں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ''لوری'' کے بعض جملوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلوچ عورتوں مردوں کی جنسی صحت بہت دیر تک برقرار رہتی ہے۔اور جنسی صحت کا دارومدار انسان کی عام صحت وتوانائی پر ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مصنف نے یہ کتاب پہاڑی دوشیزہ کے نام معنون کی ہے اور تبصرہ نگار نے اس حوالے سے تحریر کیا ہے کہ:

یہ ایک خوبصورت اور برمحل انتساب ہے۔(۸)

ڈاکٹر مہر عبدالحق کی تالیف ''سرائیکی لوک گیت'' پر تبصرہ نگاری کرتے ہوئے مبّصر اپنے بچپن کی طرف لوٹ جاتا ہے۔تبصرہ نگار کے خیال میں ڈاکٹر مہر عبدالحق نے ایسا ادب محفوظ کیا ہے جو ایک نامیاتی وجود کی طرح بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے۔

یہ زبانی (oral) ادب ہوتا ہے اور قوموں میں اکثر یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا یہ ادب بھی (Extinct) نہ ہو جائے۔

تبصرہ نگار اپنے ذاتی مشاہدے بھی بیان کرتا جاتا ہے کہ جیسے اب شہروں کے اکثر گھروں میں وہ مراثن غائب ہو گئی ہے جو شادی کے موقع پر رات جاگے گاتی تھی۔ یہاں پر ایک تبصرہ نگار گم ہو جاتا ہے اور تخلیق کار اُبھر کر سامنے آجاتا ہے۔

ایک اور کتاب ''دربار ملی'' جس کا ترجمہ عبدالحمید یزدانی نے کیا ہے اور انتخاب و ترتیب میں ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ اکرم اور ڈاکٹر وحید قریشی کے نام شامل ہیں۔

یہ کتاب بے حد خشک مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں پاکستان و ہند کی گزشتہ ایک ہزار سالہ علمی، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ موجود ہے۔ لیکن تبصرہ نگار نے تبصرے میں معروف شخصیات کو تبصرے میں شامل کیا اور ایسے موضوعات پر بحث میں شامل کی جنھیں ہر انسان دلچسپی سے پڑھنا پسند کرتا ہے۔ عورت کے بارے میں معروف صوفیا کرام کے خیالات تحریر کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جو کافی دلچسپ اور حیران کن ہیں۔ اس کے علاوہ اگر موضوع علمیت سے بھرپور اور خشک ہو تو مبصّر ہ لطیف پیرائے میں گفتگو کرتا ہے۔ ''دربار ملی'' پر تبصرہ تحریر کرتے ہوئے فیروز شاہ کے دور کی بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جتنے بھی لوگ راہ راست سے ہٹے ان سب کو سخت سزائیں دیں۔ اور باقی ماندہ کو توبہ استغفار کرنے کی ہدایت کی۔ اور مبصّر نے اس طرز عمل پر یہ رائے دی کہ دنیا بھر کے اربابِ اقتدار بھی اپنے دل میں سوچتے ہوں گے کاش اس آزمودہ جملے پر عمل کر سکیں۔

کتاب کے حجم کے حوالے سے لکھا ہے کہ عورتوں کی نازک کلائیوں اور ہاتھوں کے لیے یہ کتاب ہے ہی نہیں وہ اسے رحل پر رکھ کر مطالعہ کر سکتی ہیں۔[۹]

معروضیت محمد کاظم کا خاص وصف ہے محمد خالد اختر کی کتاب ''کھویا ہوا رفق'' پر تبصرہ نگاہ نے کتاب کا تعارف اور مصنف کا تعارف بالکل معروضی انداز میں کر دیا ہے۔ لیکن یہ واحد تبصرہ ہے جس میں معمول سے ہٹ کر انگریزی الفاظ کافی نظر آتے ہیں جیسے تخلیق صلاحیتوں کی (mosaic) دکھائی دیتی ہے۔ وہ کامیاب (fantasy) لکھنے کے لیے (imagination) بھی رکھتا ہے۔ اس صنف کو خالد اختر سے بہتر (Talent) نہیں ملا وغیرہ وغیرہ

اگر مصنف کی تعریف کی ہے تو دلیل کے ساتھ کی ہے مجموعی طور پر اگر محمد کاظم کو بطور مبصّر دیکھا جائے۔

تو انھوں نے مغرب کے تبصرہ نگاری کے جدید اسلوب کو اپنایا ہے۔ اُن کی تبصرہ نگاری میں تنقید نہیں ہے۔ اگر کسی کمی کوتاہی کا ذکر کیا ہے تو الفاظ کاٹ دار نہیں اور تبصرے کے آخر میں صرف ذکر کر دیتے ہیں۔ فنی اور زبان و بیان کے لحاظ سے فن پارے کے مقام کا تعین کرتے ہیں۔ خشک عملیت سے بھرپور موضوعات پر تبصرہ نگاری کرتے ہوئے آسان اور سادہ جملوں کا استعمال کرتے ہیں۔ ہر کتاب کی صنف کے لحاظ سے تبصرے کی بناوٹ میں تبدیلی کر لیتے ہیں۔ کتاب میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے تبصرے میں دلچسپ عوامی پسند کے موضوعات کو شامل کر لیتے ہیں۔ ذاتی مشاہدات اور تجربات کو تبصرے کا

حصّہ بناتے ہیں وہ مغربی ادباء کا مشرقی ادبا سے تقابل بھی کم ہی کرتے ہیں تمام کتب پر تبصرہ نگاری کی مثالیں شامل کرنے سے مضمون طوالت کا شکار ہوسکتا ہے۔ مجموعی طور پر محمد کاظم کے تحریر کردہ تبصرے توازن کی اعلیٰ مثال ہیں۔ لہٰذا متعلقہ کتب کی فہرست معہ مصنّفین درج ذیل ہے :

(۱) خواجہ غلام فرید/ مسعود حسن شہاب

(۲) اسلامی ریاست/ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی

(۳) داستان غالب/ ناصر الدین ناصر

(۴) بنگال میں اردو/ وفا راشدی

(۵) امانت چار ایکٹ میں اسٹیج ڈرامہ/ اصغر بٹ

(۶) اقبال کا علم کلام - ایک جائزہ/ سیّد علی عباس جلالپوری

(۷) بروہی لوک کہانیاں/ انور رومان

(۸) بلوچ لوک گیت/ عطا شاد و عین سلام

(۹) دو پاٹن کے بیچ/ رضیہ فصیح احمد

(۱۰) جرمنی نامہ/ حکیم محمد سعید دہلوی

(۱۱) سرائیکی لوک گیت/ ڈاکٹر مہر عبدالحق

(۱۲) مکاتیب بہادر یار جنگ/ بہادر یار جنگ اکادمی کراچی

(۱۳) خلافت راشدہ اور جمہوری قدریں/ رشید اختر ندوی

(۱۴) دربار ملی/ وحید قریشی ، ایس ایم - اکرم

(۱۵) اسلام پاکستان میں/ پروفیسر محمد عثمان

(۱۶) الاخبار الطول/ ابو حنیفہ الدینوری

(۱۷) الہمزیہ النبوّیہ/ امیر الشعراء احمد شوقی

(۱۸) سُنہرا دیس/ وفا اشدی

(۱۹) کھویا ہوا افق/ محمد خالد اختر

(۲۰) دھنک پر قدم/ اختر ریاض الدین

(۲۱) شہرت کی خاطر/ نظر صدیقی

(۲۲) عام فکری مغالطے/ سید علی عباس جلال پوری

(۲۳) ماہنامہ ''افکار'' ندیم نمبر/صہبا لکھنوی

(۲۴) کیسر کیاری/احمد ندیم قاسمی

(۲۵) حسن الجردہ فی شرح القصیدۃ البردہ/علامہ محمد عبدالما لک کھوڑوی

(۲۶) ''مشاہیر بہاولپور'' پر ایک نظر/مسعود حسن شہاب دہلوی

(۲۷) تحریک جدو جہد بطور موضوع سخن/خواجہ منظور حسین

(۲۸) دریاباد کے مزاج دار مولانا/ڈاکٹر تحسین فراقی

(۲۹) منتخب مضامین/نیر مسعود

ظریفانہ تبصرے

(۱) مثنوی سرالاسرار (در تردید فلسفہ خودی اقبال)/ڈاکٹر خواجہ معین الدین جمیل

(۲) خاطرِ غبار (غبار، مصنف ابوالکلام آزاد)/عاہل نثر الف الحراث

حواشی

(۱) شازیہ جبیں، محمد کاظم کی ادبی خدمات، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم اے، زیرِ نگرانی ڈاکٹر تحسین فراقی، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۱۲۵

(۲) محمد کاظم، کل کی بات (تبصرہ اور جائزے)، (لاہور: القا پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۵۶

(۳) ایضاً، ص ۵

(۴) ڈاکٹر ساجد علی، محمد کاظم اور ابن خلدون، /https://www.humsub.com.pk/254421/sajid-ali-97

(۵) محمد کاظم، کل کی بات (تبصرے اور جائزے)، ص XIII

(۶) ایضاً، ص ۵

(۷) ایضاً، ص ۷

(۸) ایضاً، ص ۴۹

(۹) ایضاً، ص ۱۰۷

ماخذ:

(۱) احمد، انوار، ڈاکٹر، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء

(۲) احمد، کلیم الدین، ادبی تنقید کے اصول، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۸۳ء

(۳) ______، ادبی تنقید پر ایک نظر، لکھنؤ: ادارۂ فروغِ اردو، ۱۹۸۱ء

(۴) اختر، سلیم، سوانح عمری حمید اختر، لاہور: بک ہوم، ۲۰۱۰ء
(۵) اختر، محمد خالد، بیس سو گیارہ، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء
(۶) ______، چاکی واڑہ میں وصال، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء
(۷) ______، چچا عبدالباقی، لاہور: سویرا آرٹ پریس، ۱۹۸۵ء
(۸) ______، کھویا ہوا افق، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء
(۹) الٰہی، محمود، پروفیسر، مرتب، الہلال کے تبصرے، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۸ء
(۱۰) انتظار حسین، آگے سمندر ہے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء
(۱۱) ______، بستی، ______، ۱۹۸۳ء
(۱۲) ______، علامتوں کا زوال، ______، ۱۹۸۳ء
(۱۳) ______، تذکرہ، ______، ۱۹۸۲ء
(۱۴) ______، چراغوں کا دھواں، ______، ۱۹۹۹ء
(۱۵) ______، مجموعہ انتظار حسین، ______، ۲۰۰۷ء
(۱۶) انصاری، اسلوب احمد، تنقیدی و تبصرہ، علی گڑھ: یونیورسل بک ہاؤس، ۲۰۰۴ء
(۱۷) انصاری، ضیاء الدین، ڈاکٹر، آل احمد سرور کے تبصرے، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۲۰۰۳ء
(۱۸) انصاری، ظ، کتاب شناسی، بمبئی: ۱۹۸۱ء
(۱۹) جاوید، سجاد، سید، بابائے اردو کے غیر مدون تبصرے، حیدر آباد: قصر الادب، ۱۹۹۵ء
(۲۰) جین، گیان چند، مقدمے اور تبصرے، لکھنؤ: انجمن ترقی اردو اکادمی، ۱۹۸۸ء
(۲۱) حسین، ممتاز، نقد حرف، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۵ء
(۲۲) درانی، عطش، ڈاکٹر، لسانی و ادبی تحقیق، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۹۱ء
(۲۳) رئیس، انور، ڈاکٹر، تاثر و تبصرہ، نئی دہلی: پرنٹ پریس، دریا گنج، ۲۰۰۴ء
(۲۴) ستوگی، تارچند، تنقید و تبصرہ، نئی دہلی: شانِ ہند پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء
(۲۵) سدید، انور، اقبال ک کلاسیکی نقوش، لاہور: اپنا پریس، ۱۹۷۷ء
(۲۶) ______، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، اسلام آباد: رضا پرنٹر، ۱۹۹۲ء
(۲۷) ______، ڈاکٹر وزیر آغا (ایک مطالعہ)، لاہور: مکتبہ جدید پریس، ۱۹۸۳ء
(۲۸) ______، مولانا صلاح الدین (ایک مطالعہ)، اسلام آباد: النور پرنٹرز، ۱۹۹۱ء
(۲۹) ______، اردو ادب کی تحریکیں، کراچی: انجمن پریس، ۱۹۸۵ء
(۳۰) عابد، قاضی، ڈاکٹر، اردو افسانہ اور اساطیر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء
(۳۱) عبدالحق، مولوی، چند تنقیدات، عبدالحق، دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۹ء
(۳۲) عبدالودود، قاضی، تبصرے، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء
(۳۳) فاروقی، شمس الرحمٰن، فاروقی کے تبصرے، الٰہ آباد: شب خون کتاب گھر، ۱۹۶۸ء
(۳۴) قریشی، عبدالرزاق، مبادیات تحقیق، لاہور: خان بک کمپنی، ۱۹۶۸ء

(۳۵) کاظم، محمد، عربی ادب میں مطالعے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء
(۳۶) _____، کل کی بات، لاہور: القا پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء
(۳۷) مظہری، کوثر، باز دید اور تبصرے، نئی دہلی عرشیہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء
(۳۸) نقوی، سجاد، پروفیسر، انور سدید: شخصیت وفن، (پاکستانی ادب کے معمار)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۰ء

اخبارات:

(۱) روزنامہ جنگ، ملتان، ۱۵/اپریل ۲۰۱۴ء
(۲) ایضاً، لاہور، ۲۴/اگست ۲۰۱۴ء

ویب گاہ

(۱) محمد راشد شیخ، محمد کاظم، مشمولہ اردو ریسرچ جرنل، http://www.urdulinks.com/urj/?p=108
(۲) ڈاکٹر ساجد علی، محمد کاظم اور ابن خلدون، https://www.humsub.com.pk/254421/sajid-ali-97/
(۳) محمود الحسن، محمد کاظم: علم کی بات، کل کی بات ہوئی، https://www.humsub.com.pk/14706/mehmud-ul-hasan/3/